# مغربی تہذیب کا بحران

جناب ریاض الحسن نوری ایم اے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن
اَمَّا بَعْدُ۔ فَقَالَ اللہُ تَعَالٰی : سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ ۔ یعنی ہم غیر مسلموں کو کائنات میں اور خود اُن کی اپنی جانوں میں ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں جو کچھ کہا گیا ہے حق ہے۔

ہم پہلے بھی بعض مضامین میں کائنات سے متعلق قرآن میں بیان کردہ بعض حقائق پیش کر چکے ہیں جن کو آج سائنس دان بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اب ہم بہ الفاظ قرآن خود "اُن کی جانوں" سے عیاں ہونے والے چند حقائق کی طرف مختصراً اشارے کریں گے جس سے ان حقائق کی سچائی بھی واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ
(سبا - ۸)

یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

منکرین آخرت کو مرنے کے بعد جو عذاب ہوگا اس کا تو ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے البتہ یہ لوگ اس دُنیا میں جس عذاب اور گمراہی میں مبتلا ہیں، اس کی ایک جھلک ہم ضرور دکھائیں گے۔

**ایمان و یقین کا خاتمہ** یورپ کے عیسائی پہلے بھی آخرت میں واجبی سا ایمان رکھتے تھے۔ ان کے کئی پوپ بھی ایسے گذرے ہیں جو منکرِ خدا تھے مگر دُنیاوی فائدے کے لیے عیسائیت کو اختیار کیے ہوتے تھے۔

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ اگرچہ پادریوں نے مخالفت کی مگر برطانیہ کی پریوی کونسل نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسائی ہونے کے لیے دوزخ پر یقین ضروری نہیں [1]۔ اب تو ایسے فرقے بھی پیدا ہو گئے ہیں کہ جن میں عیسائیت کے بہت سے بنیادی عقائد مثلاً خدا و آخرت کو ماننا بھی ضروری نہیں رہا۔ اب آخرت کے انکار کا کیا اثر ہوا یہ بھی سُن لیجیے۔

برٹرینڈ رسل ہی لکھتا ہے:

"زندگی اگرچہ ہر زمانے میں تکالیف سے پُر رہی ہے مگر آج ہمارے زمانے میں یہ اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور اندوہناک ہو چکی ہے جتنی کہ آج سے دو صدیاں پیشتر تھی [2]"

اس کی وجہ یقین اور ایمان کی کمزوری یا فقدان ہے۔ اس کے ثبوت کے طور پر دورِ جدید کی مشہور ماہر اقتصادیات یعنی کیمرج یونیورسٹی کی جون رابنسن کی شہادت ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے:

"آج کل جو زندگی اتنی تکلیف دہ ہو گئی ہے MODERN LIFE IS SO UNCOMFORTABLE اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم ان چیزوں کے متعلق بھی ذاتی طور پر حساس ہو گئے ہیں جو بالکل یقینی اور شک و شبہ سے بالا تر سمجھی جاتی تھیں۔ پہلے لوگ جن باتوں پر یقین کرتے تھے اور اس لیے کرتے تھے کہ انہیں وہ سچ سمجھتے تھے یا اس لیے کہ تمام صحیح الخیال لوگوں کا نظریہ یہی تھا۔۔۔۔ [3]"

اس سے قبل امریکہ کے مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمز (WILLIAM JAMES) کا بھی سارا

(1) P. 14, Why I am not a Christian.

(2) P. 31. In Praise of Idleness and other Essays. by Bertrand Russell

(3) P. 1, Economic Philosophy, by Joan Robinson. William James

زور ایمان اور یقین پر تھا اور یہی اس کے فکر کی بنیاد ہے۔

ڈاکٹر اقبالؒ بھی فرماتے ہیں:

یقین پیدا کر اے ناداں، یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

**جرائم اور تشدد** ہاورڈ جونز سوشیالوجی کے مشہور بین الاقوامی ماہر لکھتے ہیں:-

"آج کے دور میں چوریوں کی وارداتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اتنی چوریاں نہ ہوتی تھیں۔ اسی طرح پرائیویٹ اور پبلک جائیداد اور ملکیتوں کی تباہی جتنی آج ہو رہی ہے، تاریخ انسانی میں ایسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور شاید سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسانوں نے انسانوں پر کبھی اتنا تشدد نہیں کیا تھا جتنا آج کیا جا رہا ہے۔ خاص طور سے کم عمروں اور نابالغوں نے جس طریقے سے احمقانہ طور سے تشدد میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے ــــ بالخصوص یورپ اور شمالی امریکہ میں، یہ بہت ہی اندوہناک اور تشویشناک ہے ...... رفاہی حکومت نے اگرچہ انقلاب پیدا کیا ہے اور بہت سی سوشل خرابیاں دور کی ہیں اور مختلف طبقات میں ناہمواری کو کم کیا ہے مگر اس کا جرائم کی رفتار پر کوئی فائدہ مند اثر نہیں پڑا ہے، بلکہ ان سب خوش آئند تبدیلیوں سے جرائم میں ایسی مقدار سے اضافہ ہوا ہے کہ گویا یہ سب چیزیں ہی جرائم کو جنم دینے کی ذمہ دار ہیں...... ہم میں سے اکثر پہلے کی نسبت اقتصادی طور پر اتنے بہتر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔ اگر سوشل معاملات میں دلائل اور ثبوت کوئی معنی رکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مادی بہتری کے ساتھ ساتھ ہمارا اندرونی سکون اور بیرونی حسن کردار ہم سے چھن گیا ہے"[1]

**اخلاقی و روحانی ترقی کی ضرورت** مذکورہ بالا بیانات دراصل مندرجہ ذیل قول الٰہی کی عملی اور تجرباتی تفسیر ہیں۔ قرآن نے تو پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ (الشوریٰ: ۲۷)

(1) PP. 7, 11, 150, 151, 159.—Crime in a changing Society.

by Howard James.

یعنی اگر خدا اپنے بندوں پر رزق وسیع کر دے تو لوگ زمین میں سرکشی اختیار کر لیں۔
حقیقت یہ ہے کہ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی از حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برٹرینڈ رسل جیسے شخص کو بھی کہنا پڑا کہ:

"اب ہم اس دوسرے قسم کے نظریے کی طرف آتے ہیں جس نے انسانیت کو فائدہ پہنچایا ہے اور وقت پر فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یعنی ٹیکنیکل کے برعکس اخلاقی ترقی ...... دُنیا کی موجودہ حالت اور ایٹمی جنگ کا خطرہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اگر سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ اسی مناسبت سے اخلاقی اور سیاسی ترقی نہ ہو تو اس سے تباہی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔[1]"

یہی شخص دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ:

"سائنس نیکی کی جگہ نہیں لے سکتی۔ دل بھی اچھی زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دماغ۔[2]"

لیکن آجکل کی حکومتیں عوام کی روحانی اور اخلاقی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتیں بلکہ عوام کو بداخلاقی اور برائیوں کی نذر کھلی چھٹی دی جاتی ہے بلکہ انہیں ابلاغِ عامہ اور اشتہارات کے ذریعے اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔ سود، قمار بازی، منشیات، فحش اور تشدد سے بھرپور فلمیں وغیرہ سب اس لیے برداشت کی جاتی ہیں کہ حکومت کو ان سے ٹیکس وصول ہوتا ہے اور اس سے افسر شاہی کے ٹھاٹھ باٹھ چلتے ہیں۔ حکمرانوں کو یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ فلاں برائی کو روکنے سے کہیں لوگ ہمیں کم ووٹ نہ دیں اور کرسی دوسروں کو مل جائے۔ اسی وجہ سے شراب کی بندش امریکہ میں کامیاب نہ ہو سکی۔

**وسیع و بسیط بحران** | جدید دور کے مشہور سوشیالوجسٹ سارو کِن (SOROKIN) جو انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف سوشیالوجی کے سابق صدر بھی ہیں یوں رقمطراز ہیں:

"مغربی زندگی کا ہر پہلو، نظم، کلچر اور تہذیب کو غیر معمولی بحران کی زد میں ہے ..... اس کا

(1) P. 123. Unpopular Essays.

(2) P. 48, The Future of Science, by B. Russell.

جسم اور ذہن مریض بن چکے ہیں۔ اس کے جسم پر مشکل ہی سے کوئی ایسا نقطہ ہوگا جو صحیح کام کر رہا ہو۔ یہ بحران اہلِ مغرب کے آرٹ، فلسفہ، مذہب، قانون، اخلاق، رہائش، طرزِ فکر، طور طریق اور اُن کے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی نظام ہائے زندگی جس میں اُن کے خاندانی اور شادی بیاہ کے نظام بھی شامل ہیں، سبھی دائروں میں چھایا ہوا ہے۔ ...... یہ بات نہیں کہ اس بحران کو ہٹلروں، سٹالنوں اور میسولینیوں نے پیدا کیا ہے بلکہ وہ تو خود بحران تھا کہ جس نے ان کو جنم دیا تھا ...... ان کے ہٹانے سے بھی بحران ختم نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ قابلِ محسوس حد تک کم بھی نہ ہوگا ...... بلکہ اس سے نقطہ اور زیادہ بڑے اور نئے ہٹلر، سٹالن، روز ویلٹ اور چرچل پیدا ہو جائیں گے۔ اور جب تک بحران باقی رہے گا، پیدا ہوتے رہیں گے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے دور کے شدید بحران کی وسعت اور نتھارت کتنی ہے۔ اگر اس کا مطلب مغربی سوسائٹی کا بالکل خاتمہ نہ بھی ہو، پھر بھی اس سے مغربی سوسائٹی اور تہذیب میں ممکن حد تک زبردست انقلاب اور جدید کلچرل اور سوشل زندگی میں معنی خیز حد تک تبدیلیوں کا اندازہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اس وجہ سے یہ اس سے کہیں گہرا اور اہم ہے جتنا کہ اس کو ایک عام بحران کا نام دینے والے سمجھتے ہیں۔ ملوکیت سے ریپبلک یا کیپیٹل ازم سے کمیونزم کی طرف قدم بالکل غیر اہم ہے، بہ نسبت اس تبدیلی کے جو کسی کلچر یا سوسائٹی کو بنیادی طور پر تبدیل کرنے کے اثرات سے ہوتی ہے ـــــ جیسے تصوری ( Ideational ) تہذیب یا اس کا عکس۔[1]

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

**غم و اندوہ کا دور** امریکہ کے مشہور ماہر اقتصادیات، مؤرخ نگار اور سوشل تاریخ کے ماہر ـــــ فرڈیننڈ لنڈبرگ اور مشہور ماہرِ نفسیات و دماغی امراض مارینا ایف فارنہم (ایم ڈی)

1-PP-13-17 The Crisis of our age, by Dr. P.A. SOROKIN.

لکھتے ہیں :

" جدید انسانی زندگی میں غم و الم اور پریشانیوں کا دائرہ اتنا وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور اتنا شدید تر بھی کہ سخت تشویش و فکر کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس سے ہماری سوشل کلچر اور ذاتی زندگیوں کو سخت خطرہ لاحق ہو چکا ہے ...... جس غم و اندوہ اور ناخوشی کی طرف سے ہمیں فکر لاحق ہے اس میں تمام صنعتی تہذیب ملوث ہے۔

کسی مبہم طریق پر جدید تہذیب کو جو شدید بحران گھیرے ہوئے ہے اس کی وجہ بھی یہی بڑھتی ہوئی الم انگیزی یا ناخوشی ہے۔ اس بحران ( Crisis ) کی علت اور اس کا جدید اثر دونوں ہی بنیادی طور پر روحانی ( Psychic ) ہیں۔ یہ جدید بحران اقتصادی بھی ہے، سوشل بھی اور سیاسی بھی۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر یہ بنیادی طور پر روحانی ہے۔ ( It is fundamentally Psychic ) نیز یہ بحران عورت کے گرد گھومتا ہے۔ اگرچہ اس کو مردوں نے حرکت دی ہے "[1]

یہ حضرات مزید لکھتے ہیں :

" اس وقت بھی جو پانچ اشخاص شادی کریں گے ان میں سے ایک ضرور وجہ طلاق بنے گا۔ ... طلاقوں کی رفتار میں تیزی سے ترقی اور ایسے دیگر امور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غم و فکر کے گھمبیر سایے وسیع پیمانے پر بڑھ رہے ہیں ...... ۱۹۵۵ء کے آغاز سے امریکہ میں قتل کی رفتار میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے ...... اور جو بھی قتل کا مرتکب ہوتا ہے وہ خوش باش نہیں خیال کیا جا سکتا "[2]

امریکہ میں ۱۹۶۹ء میں ہزار شادیوں میں سے ۲۸۲ میں طلاق ہوئی [3]

---

1- PP. 22, 23, Modern Woman, by Lundberg and Farnhamm M.D.

2- PP. 37, 39, ibid.

3- P. 468, Contemporary Social Problems, by R.K. Merton and R. Nisbet.

متذکرہ دونوں حضرات نے مزید لکھا ہے کہ:

"مادی ترقی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل اس کا خیال بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ بیماریاں اور وبائیں اس قدر کم ہو گئیں کہ اس سے پہلے سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ مادی لذتوں اور خوشیوں کے لیے سامانِ آرائش و آسائش ہمارے گرد کثرت سے بکھرے ہوئے ہونے کے باوجود یہ دَور ایسا ہے کہ جہاں تک احساسات کا تعلق ہے اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخ انسانی میں سب سے بڑھ کر غمگینی اور ناخوشی کا دَور ہے ....... یہ غم واندوہ بڑھ رہا ہے اور حیرت انگیز طور پر پھیلتا جا رہا ہے۔ مزید یہ سوشل کلچرل اور پرائیویٹ زندگیوں میں بربادی کی دستک دے رہا ہے ....... انسان میں پہلے بھی نفرت اور تشدّد کے جذبات پائے جاتے تھے۔ گذشتہ لوگ نفرتوں اور تشدّد کے باوجود گذارا کرتے تھے۔ مگر یہ بات جدید ترقی یافتہ انسان کے لیے ہی رہ گئی تھی جو انجانی وجوہات کی بنا پر قنوطیت کا شکار ہے کہ وہ نفرت اور تشدد کے لیے باقاعدہ اصول اور فلسفے گھڑ ڈالے"[1]

لنڈبرگ اور فارنہم پھر لکھتے ہیں:

"آخرکار ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعصابی اور نفسیاتی بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ علاج کی فکر کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ امریکہ میں ۲۵ سے ۳۳ تک بالغ افراد اسی حد تک نفسیاتی بیماری کے مریض ہیں ..... اس کے علاوہ ہم اس نتیجہ پر بھی پہنچتے ہیں کہ مزید ۵ ۲ تا ۳۳ فیصد لوگ اعصابی اور نفسیاتی بیماریوں سے پریشان رہتے ہیں"[2]

(باقی)

---

1- PP. 22, 26, Contemporary Social Problems,

by R.K. Merton and R. Nisbet,

2- PP. 416 - 35 - ibid.

(بقیہ اشارات) لکھنا پڑھنا، اُن کی تقریر و تحریر، اُن کے دورے اور سفر، اُن کی ملاقاتیں اور رابطے سب اسی عقیدہ ونصب العین کے لیے تھے۔

مولینا کے وسیع پسماندگان میں وہ تمام خاص و عام شامل ہیں جو اس عقیدے اور نصب العین کے فدائی ہیں۔ ایسے فدائیوں کو برسوں کی محنت سے مرحوم ومغفور نے اپنے گرد سمیٹا، پھر اُن کو منظم کیا، اُن کی تربیت کی، اُن کو کام سونپے، اُن سے مشورے لیے، اُن کی عزت کی اور انہیں تاریخ پر اثر ڈالنے والی ایک بڑی قوت بنا کے اپنے پیچھے چھوڑا۔

مولینا کا یہ وہ خاندان ہے اور یہ ایسی برادری ہے کہ مولینا نے جب جس کام کے لیے اُن کو پکارا انہوں نے لبیک کہا، اُن میں سے کتنوں نے عہدوں، اور ملازمتوں کو تج دیا۔ کتنوں نے حرام آمدنیوں سے حاصل شدہ جائیدادوں کو الگ کر دیا اور کتنوں نے عزیز رشتوں اور دوستیوں کو چھوڑ دیا۔ پھر خدا کے یہ بندے جیلوں میں گئے، سڑکوں پر لاٹھیوں اور گولیوں کا نشانہ بنے، گالیوں کی بوچھاڑوں سے دوچار ہوئے۔ بہتانوں اور حوالاتوں میں خراب ہوئے، لاہور کے شاہی قلعہ اور دوسری عقوبت گاہوں میں اُن کے جسموں اور عضلات کو پیس ڈالا گیا، اور اُن کو اعصاب شکن ذہنی اذیتیں دی گئیں۔ اور اُن کی عزتِ نفس کے پرزے اُڑائے گئے۔ ان میں سے ہر شخص قربانیوں کی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اور سب کو چھوڑ کر آپ اس دیہاتی کارکن کا تصور کیجیے جس کو ضرورت کی پوری آمدنی میسر نہیں، جس کے بدن پر اچھا بلکہ کافی لباس نہیں، جس کے بچے مشکلات سے گذر رہے ہیں لیکن وہ تیس پینتیس برس سے ایک عاشقِ جنوں زدہ کی طرح اقامتِ دین کے لیے صحرا نوردیاں کرتا ہے، وہ مولینا کی ہدایت پر عوام کو کوئی پیغام پہنچانے کے لیے کوچہ گردیاں کرتا ہے، وہ ایک ایک پمفلٹ کو لے کر ہر دروازے پہ دستک دیتا ہے، اجتماعات میں شرکت کے لیے سفر کرتا ہے۔ تربیت گاہوں کے لیے وقت نکالتا ہے اور غریبی کے باوجود خدا کی راہ میں انفاق کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ مولینا مودودی کی مقصدی برادری کے اس چھوٹے سے کارکن کے قدموں کی دھول سیم وزر کے انباروں، کوٹھیوں اور کاروں سے زیادہ قیمتی ہے اور اس کی شخصیت اربابِ دولت وجاہ کی شخصیتوں سے ہزار گنا پاکیزہ اور بلند ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ مولینا کی مقصدی برادری کے ایسے ایک ایک رکن کا دکھ کون بٹائے گا، اس کے

آنسو کون پونچھے گا، اس کو کون سہارا دے گا اور اس کے سامنے تعزیت کے لیے کون جائے گا۔

اسی صف کے اُن ہزاروں پیارے بھائیوں کا تصوّر کرتا ہوں جو چترال اور بلوچستان سے لمبے لمبے سفر کر کے اس لیے لاہور پہنچے کہ مولینا کے جنازے میں شریک ہوں اور آخری بار اُن کے چہرے کی جھلک دیکھ سکیں۔ کوئی حساب ہے ان لوگوں کے دکھے ہوئے جذبات کا، جن میں سے کتنے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے رہے، اور زیارت کے لیے میل بھر لمبی قطار انتظار میں کئی گھنٹے کھڑے رہے۔

---

اور مولینا مرحوم و مغفور کی اس وسیع برادری کی ایک اہم صف اُن بیدار دل اور شاہین نگاہ نوجوانوں کی ہے جنھوں نے درس گاہوں کی مخالفانہ تعلیمی فضا اور معاشرے کے فاسد ماحول کو شکست دے کر مولینا کا پیغام انقلاب اپنے اندر جذب کیا اور آج اُن کی جانیں پرچم حق کو بلند کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ ان نوجوانوں نے اپنے آپ کو الحاد اور مادہ پرستی اور سوشلزم اور جنسی ثقافت سے اس طرح اپنے آپ کو بچا نکالا ہے جیسے کوئی نوخیز بچہ شکاریوں کے چنگل سے نکل بھاگا ہو۔ انہوں نے شدید تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ایک طرف اپنے آپ کو اسلامی شعور اور اسلامی کردار سے آراستہ کرنے کی مساعی جاری رکھیں، دوسری طرف یونیورسٹیوں کے ماحول میں انہوں نے مخالفِ اسلام نظریات کے جال پھیلانے والوں کا زور توڑ دیا اور تیسری طرف یہ ملک کی اسلامی تحریک کا سرمایۂ تقویت ہیں۔

مجھے اندازہ ہے کہ عزم و ہمت کے ان پیکروں پر کیا گذری۔ اُن کی روحیں کیسے تڑپ تڑپ گئیں، مگر انہوں نے اپنے سینوں کی جراحتوں سے خون نہیں ٹپکنے دیا۔ پھر کمال یہ ہے کہ اپنی تفتہ جگری کے باوجود انہوں نے اپنے لیڈروں کی زیرِ کمان تابوت کی آمد، سیّد مغفور کے رُخِ پُرنور کی زیارت اور جنازے کی اسٹیڈیم روانگی اور واپسی کے انتظامات منظم سپاہ کی طرح کیے۔ یہ نوجوان جو اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ سیّد مودودی اور مرشد مودودی کو چاہتے تھے، آج محترمی میاں طفیل محمد سے لے کر مجھ ناچیز تک مولینا کی ساری برادری اپنی اس نوجوان صف کے دُکھ درد کا بہ شدت احساس کرتی ہے۔ مستقبل کے ان مجاہدین تحریکِ اسلامی کے سامنے میں سب کی طرف سے اظہارِ ہمدردی اور تلقینِ صبر کا فریضہ ادا کرتا ہوں، نیز دُعا کرتا ہوں کہ سیّد مودودی کے یہ لاڈلے بچے

اور اسلام کے یہ فدا کار سپاہی آنے والے دور میں تحریکِ غلبۂ اسلام کو تاریخ کے آخری کناروں تک پہنچا دیں اور دعوتِ حق کے جس عَلَم کو انہوں نے تھاما ہے اُسے دُنیا کے انسانیت کے ہر اُونچے سے اُونچے مقام پر گاڑ دیں۔ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ !

---

میں اپنے آپ پر بھی، اور اپنے تمام رفیقوں پر بھی لازم سمجھتا ہوں (اور میرے سارے رفیق بھی لازم سمجھتے ہیں) کہ مولینا کی اپنی بنائی ہوئی اس مقصدی برادری کے ہر رکن سے محبت کی جائے۔ اور اس کو احترام و اعتماد کا مستحق سمجھا جائے۔ اور مولینا کے خونی رشتوں اور خاندان کا بھی یہ فرض ہے کہ مولینا کے ان رُوحانی رشتہ داروں، بلکہ بیٹوں اور چہیتوں اور لاڈلوں کو ہمیشہ محبت و احترام کا مستحق سمجھیں۔

میں اپنے اس اداریے کے ذریعے مولینا کی اس پوری برادری کے ہر ہر فرد سے (جو پاکستان میں بھی پھیلی ہوئی ہے اور پاکستان سے باہر بھی دُنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہے) تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں نیز اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ مولینا کے تمام چاہنے والے اس عقیدہ و نصب العین کی سربلندی اور نظامِ اسلامی کے غلبہ کی جدوجہد پہلے سے زیادہ عزم و ہمت کے ساتھ کریں جس کے لیے مولینائے مغفور نے آخر دم تک بھرپور کام کیا۔ اگر یہ نہیں تو محبت یا تو محض جذباتی نوعیت کی ہوگی یا کسی دُنیوی مفاد کے لیے!

---

مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وسیع برادری ہی کے جذبۂ محبت و احترام نے ہمیں مجبور کر دیا کہ جنازے کی تدفین میں قدرے تاخیر کو گوارا کر لیا جائے۔ ورنہ ہزاروں لاکھوں افراد کا دردِ محرومی ہمیں تڑپاتڑپا دے گا۔ ان کے جذبے مرجھا جائیں گے اور کلیجے مسوس کر رہ جائیں گے۔ مولینا کے زخم خوردہ فدائیوں کے ساتھ ایسا خوفناک تجربہ کرنے کی ہم میں ہمت نہ تھی۔

بلاشبہ حکم ہے کہ تکفین و تدفین میں عجلت کی جائے۔ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں ہے کہ۔ اَسۡرِعُوا بِالۡجَنَازَةِ (یعنی جنازے میں جلدی کرو) حُصَیۡنِ بۡنِ وَحۡوَحؓ نے حضرت طلحہؓ بن براءؓ کی وفات کے موقع پر حضورؐ کا ارشاد "عَجِّلُوۡا بِهٖ" نقل کیا ہے۔ یعنی تجہیز و تکفین اور جنازہ

اٹھانے میں جلدی کرو۔

یہ حکم اگر فرضیت و وجوب کی نوعیت رکھتا ہو تو پھر تو کسی بڑے سے بڑے سبب کو بھی اس کی عین میں تعمیل میں مانع نہیں ہونا چاہیے۔ حقیقت میں اس پر عمل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کی حکمتیں اور مصلحتیں واضح ہیں۔ بروئے سنت مندوب و مستحب تقاضوں کو بالعموم پورا کرنا چاہیے اور عام طور پر تکفین و تدفین میں جلدی کی ہی جاتی ہے۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی ضرورت سامنے ہو، مثلاً مناسب وقت میں اعزہ و اقربا کے شریک جنازہ ہونے کا امکان ہو یا وارث حقیقی موجود نہ ہو اور اس کا تھوڑی بہت دیر میں پہنچ جانا متوقع ہو، یا طوفانِ باد و باراں اتنا شدید ہو کہ شامیانہ تان کر بھی قبر تیار کرنا ممکن نہ ہو اور اگر تیار کریں تو اس کے کنارے گرنے لگیں یا پانی اندر بھر جائے یا یک وقت کسی بستی میں یا کسی گھر میں آگے پیچھے موتیں ہو جائیں تو ایسی صورت میں توقف کیا جا سکتا ہے۔ میں اگرچہ فتویٰ دینے کا مقام نہیں رکھتا مگر سرسری حیثیت سے مسئلے کی نوعیت کو سمجھتا ہوں اور جنائز کے سلسلے میں پیش آنے والی عملی صورتوں کا مجھے تجربہ و مشاہدہ ہے۔

جہاں تک دلیل کا تعلق ہے، عملِ صحابہؓ سے بڑی قاطع دلیل ملتی ہے۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو کم از کم ۳۲ گھنٹے تاخیر سے سپردِ لحد کیا جا سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے گروہ نا دیر یکے بعد دیگرے جنازہ پڑھتے رہے۔ گویا ایمانی فدائیوں میں سے اکثر کو محروم رکھنا صحابہؓ نے درست نہیں سمجھا۔

ہم جیسے عامیوں کی موت کے مقابلے میں جن کا تعلق اپنے گھر یا خاندان کے چند افراد سے ہوتا ہے، خدا کے دین کی خدمت کرنے والی مقبولِ خلائق اور محبوبِ عام شخصیتوں کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے۔ ایسی ہستیوں کا خاندانِ محبت بڑا وسیع ہوتا ہے اور اس وسیع خاندان کو درکنار رکھ کر محض خونی رشتے کے دو چار وارثوں کا کوئی فیصلہ کر دینا مناسب نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے بھائی بندوں اور بیٹوں بیٹیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے جن کی رعایت اس بنا پر ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ کسی متوفیٰ نے زندگی میں اُن کے جذبات کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔[1]

[1] باہر سے بعض دوستوں نے یہاں آکر رو تے ہوئے یہ کہا کہ ہم لوگ جنہیں ۲۵ تاریخ کو (باقی برصفحہ آئندہ)

پس ایک حکم مندوب کے ثواب کی کمی، ہزارہا انسانی قلوب کے اطمینان اور اُن کی شرکت جنازہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ جنازوں کا بڑا ہونا جہاں یہ معنی رکھتا ہے کہ انبوہ کثیر نے ایک شخص کے حق میں دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اچھی شہادت دی اور اپنے لیے ثواب حاصل کیا، وہاں دین کی تاریخی کشمکش میں حصہ لینے والی شخصیتوں کے جنازے دُنیا کے لیے ایک علامت ہدایت بھی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ امام احمدؒ بن حنبل اور امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا تھا کہ یہ تو ہمارے جنازے ہی واضح کریں گے کہ ہم یا ہمارے مخالفین میں سے کون حق پر ہے۔ چنانچہ اُن کے جنازے کی وسعت وعظمت اُن کے حق میں علامت بن گئی۔ آج مولینا مودودی کا جنازہ بھی اُن کے حق میں ایک دلیل اور علامت کی حیثیت سے سامنے آیا ہے۔

کیا خوب بات کہی اُن کے ایک محب خاص استاذ یوسف القرضاوی نے کہ مولینا مودودی کا جنازہ نہیں، ریفرنڈم تھا۔ اس جنازے نے اسلام اور غیر اسلام کے درمیان لکیر کھینچ دی ہے۔ اس جنازے نے ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان میں اسلام کے سوا اب کوئی دوسرا نظریہ نافذ نہیں ہو سکتا۔ پاکستان اب اسلام کے لیے وقف ہو گیا ہے (سبحان اللہ)

اگر مولینا کی بیماری اور وفات کی خبر نہ دی جاتی اور جنازے کے متعلق کسی طرح کا اعلان کیے بغیر چپکے سے میت لا کر جلدی جلدی دفن کر دی جاتی تو ایک حکم مستحب کا ثواب تو اُن کے ورثا کو مل جاتا مگر دین اور محبانِ دین کو وہ عظیم برکات نہ ملتیں جن سے وہ بہرہ مند ہوئے ہیں۔

مولینا کے معاملے میں تو خدا تعالیٰ کا خاص ہی پروگرام تھا۔ ذاتی طور پر اُن کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اُن کا آخری وقت کسی غیر ملک میں آئے (اس کا اظہار انہوں نے میرے روبرو بھی کیا) لیکن مشیتِ الٰہی نے اپنا راستہ خود معین کیا۔ گھر سے ہزاروں میل دُور بفیلو کے ایک ہسپتال میں اُن کی رُوح قبض کی گئی نتیجہ یہ کہ نیویارک اور لندن میں اُن کے جنازے پڑھے گئے۔ بروایت پروفیسر خورشید احمد مجموعی طور پر

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) رات گئے تک بہ سلسلہ بلدیاتی انتخابات سرکاری ڈیوٹیاں دیتی ہیں، خدا کے لیے ہمیں مولینا کے چہرے کی آخری زیارت اور شرکت جنازہ سے محروم نہ کیجیے اور ہم جیسے ہزاروں افراد کے لیے نماز جنازہ ۲۶ کی صبح کو رکھیے۔ مخلصانہ جذبات کے ان ریلوں سے ہم بھی بے نیاز ہو سکتے تھے کہ لوگوں سے دُور کہیں چھپ کے بیٹھ سکتے۔ ایسے لوگوں کی فریادوں کا ہمیں احترام کرنا پڑا۔

ایک درجن مرتبہ جنازے پڑھے گئے۔ اور خبر دُنیا میں اُن کا تذکرہ تازہ ہوا۔ اِدھر ملک کے لوگوں کو موقع مل گیا کہ وہ دُور دُور سے جنازے کے لیے آسکیں، اور بے شمار لوگ آئے۔ خدا ان سب کے جذبۂ اخلاص کو قبول کرے۔

---

وہ قابلِ احترام مہمان جو امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب، قطر، کویت، اُردن، عمان، انڈیا، بنگلہ دیش سے جنازے میں شرکت کے لیے تشریف لائے وہ بھی مولینا مودُودی مرحوم و مغفور کی عالمی برادری کے رکن تھے۔

اندرونِ ملک سے اوّلاً صدر پاکستان کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے نہ صرف جنازے میں شرکت کی بلکہ مولینا کے گھر آکر اُن کے اخلاف سے تعزیت بھی کی اور تابوت کو امریکہ سے لانے کے لیے خصوصی دلچسپی کا اظہار بھی کیا، نیز گورنر پنجاب جنرل محمد سوار خاں اور گورنر سندھ جنرل عباسی اور اُن کے ساتھ حکومت کے جن افسروں نے جنازے میں شرکت کی، وہ یقیناً عند اللہ خصوصی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ پی آئی اے کے چیئرمین جناب انور جمال کی بھی ہم قدر کرتے ہیں جنہوں نے کراچی میں مولینا مودودی مغفور کی نمازِ جنازہ کے سلسلے میں انتظامات پر خصوصی توجہ دی۔ حکومت پنجاب کا یہ حکم بھی ہزاروں افراد کے لیے باعثِ ثواب بنا کہ سرکاری ملازموں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ دفتری اوقات میں شرکت جنازہ کے لیے جا سکتے ہیں[۱]۔ علاوہ ازیں جو بے شمار علما، سیاسی لیڈر،

---

[۱] نہ خوگر حمد ہوں اور نہ گلہ گزار۔ بلکہ ایک معاملے میں مجھے سخت تحیّر ہے کہ یہ بات کیا تھی اور کیونکر ہوئی۔ ایک طرف صدر پاکستان اور دو صوبوں کے گورنروں کا مستحسن طرزِ عمل ہے۔ دوسری طرف ملک جاوید اختر صدر پنجاب یونیورسٹی یونین نے نیو کیمپس آڈیٹوریم میں پہلے بڑے جلسۂ تعزیت میں، ۲۷ ستمبر کو یہ انکشاف کیا کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کی طرف سے مولینا مودُودی کے آخری سفر کے سلسلے میں خبروں اور معلومات دینے کے لیے خاص پروگرام تھا۔ لیکن مبینہ طور پر مرکزی سیکرٹری اطلاعات نے ایسی ہدایات دیں کہ بعد ازاں خبر بھی غیر اہم اور مختصر انداز سے پیش کی گئی۔ اندر کی ہدایات کا معاملہ تو خیر محض "مبینہ" کی حدود تک محدود ہے۔ مگر ہدایات سے جو نتیجہ نکلنا چاہیے تھا وہ کم سے کم سب کے سامنے ہے۔ مولینا کے جنازے ہی کی خبر مختصر کر دی گئی اور اُسے پہلے نمبر (باقی بر صفحہ آئندہ)

صحافی اور دانشور، کاروباری حضرات اور ملازم، خواتین اور طلبہ تعزیت یا جنازے میں شرکت کے لیے آئے، خدا ان سب کو جزائے خیر دے۔

بیرونِ ملک سے آنے والوں میں سے نمایاں نام یہ ہیں :۔

۱۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، قطر یونیورسٹی۔ ۲۔ استاذ عبداللہ العقیل ڈائرکٹر اسلامی امور، وزارتِ اوقاف، کویت۔ ۳۔ سیف الاسلام ایڈووکیٹ فرزند امام حسن البنا شہید، مصر۔ ۴۔ عبدالرحمن، عبدالرزاق، عراق۔ ۵۔ عدنان سعدالدین، اخوانی رہنما، ابوظبی ۶۔ شیخ سعید حوی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) سے بٹھا دیا گیا۔ بعد ازاں اُن کے تعزیتی اجتماعات میں ملکی شخصیتوں کے علاوہ متعدد معروف غیر ملکی اکابر نے تقریریں کیں، مگر ایسی چیزوں کا بلیک آؤٹ جاری رہا۔ جہاں تک مولینا مودودی مغفور کے اپنے مسلک کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ ان چیزوں سے بے نیاز رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اُن سے خاص معاملہ تھا کہ اُن کی قبولیت عام کو دُنیا میں اس طرح پھیلایا جیسے گھاس کے نیچے ہی نیچے پانی پھیلتا چلا جاتا ہے ــــ اوپر خواہ کیسی ہی خاردار جھاڑیاں اور بیلیں پھیلی ہوئی ہوں۔ دنیا والے اپنے ذرائع ابلاغ کو اچھی طرح سینت سنبھال کر بیٹھے رہیں خدا تعالیٰ کے کچھ اپنے بھی ذرائع ابلاغ ہیں۔ کاش کہ اُن کا کیا ہوا کام اور نتیجہ منفی ذہن کے عناصر کو محسوس ہو سکے۔

میں نے کل جب سیکولر انڈیا میں جے پرکاش نرائن کی ارتھی کے جلوس کی مفصل رننگ کمنٹری انڈیا ریڈیو سے سُنی اور یہ جانا کہ حکومت کے عمائد، تینوں شعبہ ہائے فوج کے نوجوانوں اور اُن کے افسروں، ساری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور مذہبی شخصیتوں نے ارتھی کے جلوس میں شرکت کی، نیز ذرائع ابلاغ نے پوری تقریبِ غم کا نقشہ آوازوں اور لکیروں میں قوم اور بیرونی دُنیا کے سامنے رکھ دیا تو مجھے خیال آیا کہ کیا ہمارے ہاں سوچنے والوں کے دماغ مفلوج تھے اور اُن کے قلوب اتنے بے ظرف تھے کہ وہ اسلامی ریاست کے اندر اسلامی ریاست کے نقیب اور مفکر کے آخری سفر کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیش نہ کر سکے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو خواص و عوام کے جذبۂ اسلامی کی مزید آبیاری ہوتی۔ اور خود وہ لوگ خدا سے اجر پاتے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جو اپنے ذاتی خیالاتِ فاسدہ اور جذبات سافلہ کی تسکین کے لیے خاص موقعوں پر منفی قسم کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ کاش کہ مبینہ بات کے متعلق فوری طور پر تحقیقاتی کارروائی کرلی جائے۔

اخوانی رہنما، شام۔ ۷۔ ڈاکٹر احمد توتونجی، اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ۔ ۸۔ ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی، پروفیسر شریعت کالج، ریاض۔ (نمائندہ خصوصی از حکومت سعودی عرب) ۹۔ استاذ محمد صلاح الدین، ایڈیٹر روزنامہ المدینہ، جدّہ۔ ۱۰۔ شیخ عبدالعزیز المطوع، اخوانی رہنما کویت۔ ۱۱۔ ڈاکٹر کمال سنانیری، اخوانی رہنما مصر۔ ۱۲۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ المحمود چیف جسٹس قطر۔ (نمائندہ خصوصی از حکومت قطر)۔ ۱۳۔ مولینا محمد یوسف، امیر جماعت اسلامی، ہند۔ ۱۴۔ مولینا ابواللیث اصلاحی، سابق امیر جماعت اسلامی، ہند۔ ۱۵۔ مولینا صدرالدین اصلاحی، رکن مجلس شوریٰ جماعت اسلامی، ہند۔ ۱۶۔ مولینا عروج قادری، ایڈیٹر ماہنامہ زندگی، ہند۔ ۱۷۔ مولینا محمد اجتبیٰ ندوی ہند ۱۸۔ مولینا عبدالحسیب اصلاحی، ہند۔ (نوٹ ان حضرات کے ساتھ ۵۰ افراد پر مشتمل وفد آیا)۔ ۱۹۔ مولینا عباس علی خان صاحب امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش۔ ۲۰۔ مولینا عبدالسبحان صاحب بنگلہ دیش۔ ۲۱۔ جناب قمرالدین نور صاحب رہنما تحریک نوجوانان اسلام، ملائیشیا۔ ۲۲۔ جناب محمد سنوسی رہنما اسلامک پارٹی ملائیشیا۔ ۲۳۔ جناب عبداللطیف عربیات وزارت تعلیم، اُردن (چار رکنی وفد کے ساتھ) ۲۴۔ جناب غلام نبی فائی، نمائندہ جماعت اسلامی، مقبوضہ کشمیر۔

علاوہ ازیں، امریکہ اور انگلستان سے بھی اسی موقع کے لیے مختصر وفود آئے۔

بعد میں آنے والوں کے اسماء یہ ہیں؛

۱۔ جناب یٰسین عمر الامام۔ ممبر قومی اسمبلی، سوڈان۔ ۲۔ ڈاکٹر علی الحاج، نمائندہ از مرکز اسلامی افریقہ، سوڈان۔ ۳۔ آیت اللہ یحییٰ نوری، نمائندہ خصوصی آیت اللہ امام خمینی، ایران۔ ۴۔ ڈاکٹر غفوری، ایران۔ ۵۔ جناب احمد، ایرانی قونصل مامور بہ پاکستان، اور ان کے اسٹاف۔

ممالک اسلامیہ کے ان چند محبان مودودی اور ممتاز خادمانِ اسلام کی فہرست یہ ہے جو اسلام آباد کے سیمینار میں شرکت کے بعد تعزیت کے لیے تشریف لائے۔

مفتی عتیق الرحمن (انڈیا)۔ ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا (شام)۔ ڈاکٹر ابو حامد عثمان (مراکو)۔ ڈاکٹر مہدی بن عبود (عمان) استاذ احمد بن الخلیفہ مفتی (عمان)۔ جناب مصطفیٰ عبداللہ سلیمان۔ جناب عبداللہ حمّاد سیف (سینیگال)، ڈاکٹر اسمٰعیل رضی الفاروقی۔ جناب احمد البیلے۔ جناب زاہد لیفی، ڈاکٹر علی الحاج (سوڈان) ڈاکٹر یٰسین عمر الامام (سوڈان)۔

اُن تعزیتی تاروں کی فہرست پیش کرنا تو ان صفحات میں ممکن نہیں جو باہر کے مختلف حکمرانوں، حکومتی عہدہ داروں، اسلامی تنظیموں، تعلیمی یا علمی اداروں، تبلیغی حلقوں اور مولانا کی دعوت سے قریبی روابط رکھنے والوں کی طرف سے چند روز میں موصول ہوئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ عالمِ اسلام کا کوئی ملک ایسا نہیں اور نہ مسلمانوں کی آبادی کا کوئی مشرقی یا مغربی خطہ ایسا ہے جہاں سے مولینا مغفور کے محبوں کے پیغامات نہ آرہے ہوں۔

ادارہ ترجمان القرآن، مولینا مودودی کے اہل خاندان اور جماعت اسلامی کے امیر اور دیگر مرکزی اکابر کی طرف سے ہم متذکرہ تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مخلصانہ ہمدردی نے ہمارے بارِ غم والم کو ہلکا کر دیا۔

سعودی عرب کے ممتاز عالم شیخ عبدالعزیز بن باز نے باقاعدہ حکم کیا جس کے تحت گذشتہ جمعہ کو (مولینا مغفور کی تدفین کے ایک دن بعد) حرمین کے علاوہ ملک کی تمام مساجد میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اسی طرح ابوظبی کے قاضی القضاۃ کے حکم سے ابوظبی کی مساجد میں بھی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ مراکش کے جریدہ العلم کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ جمعہ کو مولینا کی اسلامی خدمات کے اعتراف کے ساتھ فاس کی جامع قرویین، مسجد اندلس، تتوان اور کاسابلینکا اور رباط کی جملہ مساجد میں جنازے کی غائبانہ نمازیں پڑھی گئیں اور دعائیں مانگی گئیں۔ مصر میں خبر کے پہنچتے ہی تمام بازار اور ادارے بند ہو گئے، وہاں بھی جنازے کی نمازیں پڑھی گئیں۔ اور دعائیں مانگی گئیں۔ ابھی مختلف اطراف سے آہستہ آہستہ اطلاعات جمع ہوں گی۔

قرآن خوانی کی مجالس، یادگاری اجلاس اور تعزیتی اجتماعات دنیا بھر میں اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ اُن کی رپورٹ یہاں پیش نہیں کی جا سکتی۔

یہ سب علامات ہیں اس بات کی کہ سید مرحوم و مغفور سے، کسی دنیوی مفاد کی آلائش کے بغیر اللہ فی اللہ محبت کرنے والوں، اور اُن کے علم و کردار اور اُن کی دینی خدمات اور علمی کارناموں کی گواہی دینے والوں کی کتنی بڑی تعداد ہے۔ جو ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ایک نشان اُس شخص کی اُخروی کامرانیوں کا جس کی زندگی بھی دین کے حق میں ایک علامت تھی اور جس کی موت بھی ایک علامت بن گئی ہے۔ سبحان اللہ!

یہ طویل گذارشات ختم کرتے ہوئے میں دعا کرتا ہوں کہ:۔

اے اللہ! اپنے دینِ مقدس کی بھرپور خدمات انجام دینے والے سید مودودی کی روح پر اپنی رحمتوں اور انوار کا نزول فرما، اس پر اپنی بہترین تجلیات کے پھول برسا! اس کی قبر کو افق تا افق وسعت دے اور اپنے جمال کی کرنوں سے اسے روشن کر دے۔

اے اللہ! تیرے اس بندے نے اقامتِ دین کی مہم کا آغاز کر کے اس کے عروج کے لیے اپنی پوری عمر کھپا دی، اسے جزائے وافر عطا فرما!

اے اللہ! وہ ہستی جس نے تیرے پیارے آخری رسولؐ سے اور اس رسولؐ کی ستم رسیدہ اُمت کے ساتھ بھرپور محبت کی اور اس اُمت کی بھلائی کے لیے جیل کی سلاخوں اور پھانسی کے تختے تک کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا، اسے اپنے رسول کی شفاعتِ خاص سے نواز، اور اسے حوضِ کوثر کے مشروبِ مقدس سے سیراب فرما۔

اے اللہ! وہ جو عالمِ اسلام کے ہر دُکھ پر تڑپا ہے، جس نے مسلمانوں کے ہر زخم کی ٹیس اپنے کلیجے میں محسوس کی ہے اور اُن سارے احساساتِ کرب کو اپنے سینے میں جذب کر کے جس نے پورے صبر و عزم کے ساتھ ایسے تمام معاملات میں اپنا فرض ادا کیا ہے، اسے انعام یافتہ انبیاء و شہداء اور صدیقین و صالحین کی محفل میں مسندِ نور عطا فرما۔

اے اللہ! تیرا وہ بندہ جس نے قدم قدم پر مختلف اطراف سے تکفیر و تضحیک کے حملے برداشت کیے اور بدگوؤں کو "جیسے کو تیسا" کے اصول پر نہ کبھی برسرِعام جواب دیے اور نہ دل میں کوئی کینہ رکھا جو قریبی حلقے میں وقتاً فوقتاً نمایاں ہوتا رہے ــــ اپنے ایسے بندے کو ہر اُخروی راحت سے زیادہ سے زیادہ حصہ ارزانی فرما۔

اے اللہ! اس داعیِ حق اور نقیبِ اقامتِ دین نے اپنے مقدس مشن کے لیے جس تحریک کو برپا کیا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق ہمیں بھی نصیب کر۔ نیز ہمیں نئی قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرما۔

اے اللہ! جن افراد اور جن اداروں اور جن سرگرمیوں سے اُس نے زندگی میں صرف تیرے لیے محبت کی ہے اُن سے محبت کرنے کی سعادت ہمیں عطا فرما۔

اے اللہ! اپنے بعد کام کو جاری رکھنے کے لیے جن اصحاب کو رخصت ہونے والے بانیٔ تحریک نے

بہ طور امیر یا لیڈر تربیت خاص دی اور جن کو مامور کیا یا جن کے کسی منصب ذمہ داری پر آنے کو پسند کیا، اُن کی اطاعت اور اُن سے تعاون اور اُن کی خیر خواہی کی راہ پر ہم کو مستقیم رکھے۔

اے اللہ! راقم الحروف کے لیے تو وہ دینی استاذ اور قرآن و حدیث کا معلم ہونے کے علاوہ ذاتی دائرے میں شفیق بزرگ بھی تھا۔ میں نے بعض اوقات اپنی ذاتی پریشانیوں کو اس کے سامنے بیان کر کے حرفِ تسلی اور کلماتِ دعا کی شکل میں فیض اٹھایا ہے۔ میں نے کبھی کبھار اس کے سامنے اپنی الجھنیں اور اذیتیں بھی پیش کی ہیں۔ میں نے دو ایک بار اس سے وقتی ضرورتوں کے لیے قرض بھی لیا ہے، اور میرے ربِّ غفور میں نے اس کے سامنے بارہا بے باکی سے (بدتمیزی سے نہیں) بعض ایسی باتیں کہی ہیں جنہیں شاید کوئی دوسرا نہ کہہ سکتا اور ایسی کئی باتوں کو سید مغفور نے مجھ سے قبول کر لیا ہے۔ میرے آقا! تیرے اس بندے نے تہائی صدی سے زائد عرصے میں مجھے کبھی خوردہ گیری کا نشانہ نہیں بنایا، مجھ پر میرا اکثر ہونا واضح نہیں کیا، مجھے زجر و توبیخ نہیں کی۔ بلکہ میرے ناقص کاموں پر بھی میری حوصلہ افزائی کی — اے خداوندِ کائنات! میرے اس مشفق محسن کے درجاتِ عالیہ میں مسلسل اضافہ فرما۔

اے اللہ! مولینا مغفور کے اہل خاندان، جماعتِ اسلامی کے وابستگان اور پاکستان اور عالمِ اسلام اور بقیہ دنیا کے تمام محبانِ مودودی کی جراحت لگتے غم پر صبر و سکینت کا مرہم رکھ دے۔

آمین، ثم آمین۔

مولینا مودودی مرحوم و مغفور کے اہل خانہ کی طرف سے یہ اعلان ہونے پر روح جھوم اٹھی کہ ۵۔ اے ذیلدار پارک کو مولینا کی لائبریری سمیت ایک ایسے وقف میں بدلا جا رہا ہے جہاں اُن کے نشو و نما دیے ہوئے کارِ تحقیق کو بھی آگے بڑھایا جائے گا اور دوسری ایسی علمی اور تربیتی سرگرمیاں جاری کی جائیں گی جو مرحوم و مغفور کے دم سے جاری رہیں۔ بہت ہی اچھا ہوا کہ اس دلکش منصوبے سے انہوں نے پریس کے ذریعے پوری قوم کو آگاہ کر دیا اور ملک اور عالمِ اسلام کے کروڑوں انسانوں کو گواہ بنا لیا۔ اس فیصلے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولینا کے صاحبزادگان میں غلبہ نظامِ حق کا سچا جذبہ موجود ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کے اس نیک ارادے کو مستحکم کرے۔

یہ کام جب سے شروع ہو کر جب تک جاری رہے گا، اس کا ثواب لحظہ بہ لحظہ مولینا مودودی کی روحِ پُرنور تک پہنچتا رہے گا اور اس کام کے لیے جتنے بھی لوگ آئندہ کے لیے تیار ہوں گے ان سب کی علمی و دینی خدمات کے ثواب کا حصہ سید مودودی مرحوم و مغفور کو ملے گا۔ الحمد للہ علیٰ ذالك! ثم الحمد للہ۔